JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 14, Issue: 02, January –June 2021

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

متعارض احادیث میں ترجیح کے ذریعے اختلاف کو دور کرنے میں امام طحاوی رحمہ اللہ کا منہج

Imām Al-Tahawʿī's Approach about Giving Preference to Resolve Contradiction in Ḥadīth

Dr. Muhammad Waris Ali*
Assistant Prof. Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore

Abstract

Some of the Ḥadīths seem to be against one another and create confusion. Early Muslim theologian, al-Ṭaḥāwī (d321/933) has discussed this issue in his book Sharaḥ M'āni al-Athār and derived rules in the light of Qur'an and Sunnah to resolve contradiction. This article aims to highlight the principles of preference used by al-Ṭaḥāwī (d321/933) in his book to resolve contradiction in Ḥadīths. The examples from his book have been taken, discussed and analyzed. Al-Ṭaḥāwī (d321/933) seems to give preference to the Ḥadīths that are authentic and have more chains of narrating the Ḥadīths. He also prefers the Ḥadīth which is clearer in its meaning to the complicated one. It is also notable that he rejects the Ḥadīth that has weak narrators in comparison with sound narrators.

Keywords: *Slaughtering Animals, mechanical slaughtering, Halal Food, Islamic law of food, shariah perspective of slaughtering animals.*

امام طحاوی رحمہ اللہ نے علم حدیث اور فقہ میں جو خدمات پیش کی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں احادیث کے حوالے سے فقہی مباحث کے علاوہ انہوں نے حدیث کی فنی حیثیت پر بھی بحث کی ہے اور اختلافی روایات کو ترجیح کے اصول کو استعمال کرتے ہوئے بڑی مہارت سے حل کیا ہے اس فصل میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے اسی اسلوب کو بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح انہوں نے اس اختلاف کو ترجیح کے ذریعے دور کیا ہے اور اس کے علاوہ ان کے نقد روایات کے اسلوب کو بھی مثالوں کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کیونکہ احادیث کے اصولوں کی مہارت اور معرفت ایک مجتہد کے لئے ضروری ہے۔

لفظ ترجیح رَجَّحَ سے مصدر ہے جس کا مطلب میلان، رغبت، رجحان اور بھاری ہونا ہے جیسے کہا جاتا ہے رجح المیزان یرجح رجوحاً ورجحاناً ای مَالَ ([1])جب ترازو ایک طرف جھک جاتا ہے تو کہا جاتا ہے رجح المیزان ای مَالَ اس میں مائل مجد الدین ہونے کے علاوہ بھاری ہونے کا مفہوم بھی نکلتا ہے کہ بھاری ہونے کی وجہ سے وہ ایک طرف

CC BY

جھکاؤ رکھتا ہے۔ اہل عرب وزنی خاتون کے لئے امرأة راجح ای ثقیلة کہتے ہیں(2) اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ روایات میں سے کسی ایک روایت کو دوسری روایت کے مقابلے میں غالب قرار دینا ترجیح کہلاتا ہے اس کی اہل علم نے اپنے اپنے انداز سے مختلف تعریفات کی ہیں۔ مثلا علامہ آمدی اس حوالے سے فرماتے ہیں: عبارة عن اقتران احد الصالحين للدلالة على المطلوب مع تعارضهما بما يوجب العمل به واهمال الآخر (3) ترجیح سے مراد تعارض کے ساتھ مطلوب پر دلالت کرنے والی دو چیزوں میں سے ایک کے ساتھ کسی ایسے قرینے کا مل جانا جس سے ایک پر عمل اور دوسری کو ترک کیا جاسکے۔

اس تعریف میں دو متعارض چیزوں کی شرط لگائی گئی ہے دوسرا یہ کہ وہ دونوں مطلوب پر دلالت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں ان میں سے ایک پر عمل کرنے سے دوسری کا ترک کرنا لازم آئے تو پھر ان میں ترجیح دی جائے گی ورنہ نہیں۔امام شوکانی نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔تقوية احدالطرفين على الآخر ليعلم الاقوى فيعمل به (4) دو دلائل میں سے ایک دلیل کو دوسری پر قوی قرار دینا تاکہ اسے قابل عمل قرار دیا جائے۔امام سعدالدین تفتازانی الشافعی (5) لکھتے ہیں بيان الرجحان ، اى القوة التى لاحد المتعارضين على الآخر (6) ترجیح سے مراد ہے دو متعارض چیزوں میں سے ایک کے دوسری پر قوی ہونے کا بیان کرنا۔ سید شریف جرجانی رحمہ اللہ نے ترجیح کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔ اثبات مرتبة فى احد الدليلين على الآخر (7) ترجیح سے مراد دو دلائل میں سے کسی ایک دلیل کا مرتبہ دوسری پر ثابت کرنا ہے۔اس سے ملتے جلتے الفاظ میں یہ تعریف بھی کی گئی ہے: تقوية احد الدليلين بوجه معتبر و قيل التقوية لاحد المتعارضين (8) کسی معتبر دلیل کے ذریعے دو دلیلوں میں سے کسی ایک کو کو قوی قرار دینا ترجیح کہلاتا ہے۔ابن امیر الحاج (9) نے ترجیح کی یہ تعریف ذکر کی ہے۔ اظهار زيادة احد المتماثلين المتعارضين على الآخر بمالايستقل حجة لو انفرد (10) دو متماثل اور متعارض روایات میں سے ایک کو دوسری پر فوقیت دینا ترجیح کہلاتا ہے۔

مذکورہ تعریفات پر اہل علم کی طرف سے اعتراضات کیے گئے ہیں (11) لیکن جو سب سے پہلے تعریف بیان کی گئی ہے جیسے امام آمدی نے بیان کیا ہے وہ سب سے بہتر تعریف ہے کیونکہ اس پر زیادہ اعتراضات نہیں ہیں صرف یہ اعتراض ہے کہ اس میں انہیں اظهار القوة لاحد الدليلين على الآخر کا بھی ذکر کرنا چاہیئے تھا لیکن دیکھا جائے تو انہوں نے قوی کی جگہ صالح کا لفظ استعمال کیا ہے جو اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ترجیح کے اصول اور امام طحاوی

امام طحاوی رحمہ اللہ بعض اوقات جب دو متعارض روایات پر بحث و نظر کرتے ہیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان میں سے بعض روایات ایسی ہیں جو تواتر کے ساتھ منقول ہوئی ہیں اور بعض خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں لہٰذا جب ایسی صورت حال دیکھتے ہیں تو پھر متواتر روایات کو ان کی مخالف روایات پر ترجیح دیتے ہیں جو ان کے مقابلے میں شہرت نہیں رکھتی اور اخبار احاد کا درجہ رکھتی ہیں اس کی بہت سی مثالیں ان کی تصانیف میں موجود ہیں ان میں سے چند مثالیں درج ذیل سطور میں پیش کی جاتی ہیں ان امثلہ کے مطالعہ سے ہمیں ان کا اسلوب سمجھنے میں آسانی ہو گی مثلاً اللہ تعالیٰ کے گھر خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنے اور نہ کرنے کے بارے مختلف روایات پائی جاتی ہیں ان اختلافی روایات کے اختلاف کو امام طحاوی رحمہ اللہ ایسی روایات کو ترجیح دیتے ہیں جو متواتر ہیں اور غیر متواتر احادیث کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔

متواتر احادیث کو احاد پر ترجیح

امام طحاوی رحمہ اللہ خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے جواز اور عدم جواز پر مشتمل روایات کو بیان کر کے ان پر بحث کرتے ہیں اور اصول ترجیح کے ذریعے اختلاف کو دور کرتے ہیں پہلے خانہ کعبہ میں نماز کے عدم جواز کے قائلین کی مؤید روایات بیان کرتے ہیں جن میں سے ایک روایت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ رَسُولَ اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ الْبَيْتَ،دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا، وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ شَيْئًا حَتَّى خَرَجَ، فَلَمَّا خَرَجَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ هَذِهِ الْقِبْلَةَ([12]) جب اللہ کے رسول ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے تمام کونوں میں دعا مانگی تاہم اس میں نماز نہیں پڑھی پھر جب آپ باہر تشریف لے آئے تو آپ نے باہر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا یہ قبلہ ہے۔امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ "هَذِهِ الْقِبْلَةَ" کئی معانی کا احتمال رکھتا ہے۔

ا۔ایک تو یہ کہ اسکی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے گی اس کے اندر نماز نہیں پڑھ سکتے۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ شاید آپ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعلیم دینا چاہ رہے تھے {وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى} (13) اور تم مقام ابراھیم کو نماز کی جگہ بنالو۔آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ جب تم مقام ابراھیم پر کھڑے ہو کر نماز پڑھو تو خانہ کعبہ کی طرف منہ کرو کیونکہ یہ قبلہ ہے۔پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بالفرض اگر نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ میں نماز ادا نہیں کی تو بھی اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا سرے سے جائز ہی نہیں ہے۔چہ جائیکہ متواتر روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں نماز ادا فرمائی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْكَعْبَة (14) "بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے

کعبہ شریف میں نماز ادا فرمائی"۔ اس کے علاوہ ایک روایت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔(15) جس میں خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ اس باب میں منقول احادیث پر نقد پیش کرتے ہیں اور ان کے مقابلے میں دوسری روایات کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر اس باب میں آثار کے متواتر ہونے کے حوالے سے فیصلہ کیا جائے توفِإنَّ الْآثَارَ قَدْ تَوَاتَرَتْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صَلَّى فِي الْكَعْبَةِ، مَا لَمْ تَتَوَاتَرْ بِمِثْلِهِ أَنَّهُ لَمْ يُصَلِّ([16]) بے شک تواتر سے یہ آثار ملتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کعبہ میں نماز ادا فرمائی لیکن نماز نہ پڑھنے کے حوالے سے متواتر (آثار) نہیں ہیں۔

یہاں امام طحاوی رحمہ اللہ درج ذیل نکات پر بحث کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ کے عدم عمل سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۲۔ حرمت کی مؤید روایت کے راوی سے حلت کی مؤید روایت بھی منقول ہے۔ اس لیے اضطراب کے باعث یہ روایت ساقط الاعتبار شمار ہوگی۔ اس بارے میں ان روایات پر اعتبار کیا جائیگا جو اضطراب سے خالی ہیں۔

۳۔ حرمت کی مؤید روایت خبر واحد ہے جبکہ اس کی مخالف روایات تواتر سے ثابت ہیں۔ پس متواتر روایات کی موجودگی میں خبر واحد سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ آپ ﷺ کا فرمان هَذِهِ الْقِبْلَةُ دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

۵۔ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے جواز کی موئید روایات کو قیاس کی تائید حاصل ہے۔([17])

نتیجہ بحث

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ یہاں عدم جواز پر مبنی روایات پر مختلف اعتبارات سے بحث کر کے انہیں ناقابل استدلال قرار دیتے ہیں اور ان کے مقابلے میں موجود متواتر احادیث کو ان کے تواتر کی وجہ سے اخبار احاد پر ترجیح دیتے ہوئے اختلاف کو دور کرتے ہیں اور اس ضمن میں ان کا طریقہ نقد بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ مختلف احتمالات رکھنے والی روایات پر بعض اوقات نقد کر کے اس کے مقابلے میں جن میں احتمالات کم ہوں ان کو قابل استدلال قرار دیتے ہیں اور مضطرب روایات کو مرجوح قرار دے کر ان سے استدلال نہیں کرتے ہیں۔

مسافر کی نماز

مسافر کی نماز کے قصر ہونے والی متواتر روایات کو امام طحاوی اس طرح ترجیح دیتے ہیں کہ پہلے وہ " باب صلاۃ المسافر" میں اللہ کے رسول ﷺ سے نماز قصر پوری پڑھنے کے حوالے سے موجود آثار کو بیان کرتے ہیں اور ان پر بحث کرتے ہوئے ان کو مرجوح قرار دیتے ہیں

مثلاً بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قَصَرَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وأَتَم([18]) رسول اللہ ﷺ نے (حالت) سفر میں قصر نماز بھی پڑھی اور پوری بھی پڑھی۔ اس روایت کے پیش نظر ایک نقطہ نظریہ ہے کہ مسافر کو اختیار ہے اگر چاہے تو پوری پڑھ لے اور چاہے تو قصر کر لے۔

اس کے مقابلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ أَوَّلُ مَا فُرِضَتِ الصَّلَاةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ صَلَّى إِلَى كُلِّ صَلَاةٍ مِثْلَهَا، غَيْرَ الْمَغْرِبِ، فَإِنَّهَا وِتْرُ النَّهَارِ، وَصَلَاةُ الصُّبْحِ لِطُولِ قِرَاءَتِهَا، وَكَانَ إِذَا سَافَرَ، عَادَ إِلَى صَلَاتِهِ الْأُولَى ([19]) پہلے پہل نماز دو دو رکعات فرض ہوئی پھر جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ شریف میں تشریف لائے تو مغرب اور صبح کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی رکعات دگنی کر کے پڑھیں، کیونکہ (نماز) مغرب دن کے وتر ہیں اور صبح کی نماز میں قراءت طویل ہوتی ہے اور جب آپ ﷺ سفر کرتے تو پہلی نماز (یعنی دو رکعات) کی طرف لوٹ آتے (یعنی نماز قصر پڑھتے تھے)"

ان متضاد روایات کے تضاد کو امام طحاوی رحمہ اللہ ترجیح کے اصول کو استعمال کرتے ہوئے ختم کرتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس روایت کر ترجیح دیتے ہیں جس میں مسافر کے لئے قصر نماز کا بیان ہے کیونکہ اس راویت کو متواتر روایات کی تائید حاصل ہے آپ فرماتے ہیں وَقَدْ جَاءَتِ الْآثَارُ مُتَوَاتِرَةً عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَقْصِيرِهِ فِي أَسْفَارِهِ كُلِّهَا ([20]) رسول اللہ ﷺ سے متواتر آثار ملتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے تمام سفروں میں قصر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ امام طحاوی رحمہ اللہ آثار صحابہ کو بھی بیان کرتے ہیں کہ ان میں حالت سفر میں قصر نماز پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے پھر اس کے مخالف حضرت عائشہ اور عثمان رضی اللہ عنہما کا عمل بیان کر کے اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ انہوں نے جب حالت سفر میں پوری نماز پڑھی تو انہوں نے قیام کی نیت کرنے کی وجہ سے پوری نماز پڑھی نہ کہ اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک سفر میں پوری پڑھی جاتی ہے۔([21])

آخر میں قیاس کے ذریعے اس مؤقف کی تائید حاصل کرتے ہیں کہ مسافر قصر کرے گا کیونکہ جو چیز فرض ہو اس کو چھوڑنا درست نہیں اور نفل کو پڑھنے اور چھوڑنے میں اختیار ہوتا ہے اگر مسافر کی نماز پر غور کریں تو پتا چلتا ہے کہ ایک نقطہ نظر ہے کہ اسے دو رکعات پڑھنا لازم ہے دوسرا نقطہ نظریہ ہے کہ چاہے وہ دو پڑھے، چاہے چار پڑھے گویا دونوں نقطہ نظر کے مطابق پہلی دو رکعات پڑھنا لازم ہے اور دوسری دو کے بارے اختلاف ہے ایک گروہ کہتا ہے ان دو رکعات کی ضرورت نہیں دوسرا کہتا ہے کہ ان کے بارے مسافر کو اختیار ہے گویا یہ ان کے نزدیک نفل ہوئیں لہذا ثابت ہوا کہ جس طرح مقیم کے لئے چار رکعات سے زائد سلام پھیرے بغیر پڑھنا درست نہیں اسی طرح مسافر کے لئے بھی سلام پھیرے بغیر دو رکعات سے زائد پڑھنا جائز نہیں ہے([22])

نتیجہ بحث

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ متواتر احادیث کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کی مخالف روایات کی تاویل کرتے ہوئے ان کو زیر بحث مسئلہ میں قابل استدلال قرار نہیں دیتے اس کے ساتھ ساتھ آثار صحابہ کو بھی بیان کرتے ہیں اور آخر میں نظر صحیح یعنی قیاس کے ذریعے اپنے مؤقف کی تائید کرتے ہیں۔

فقیہہ راوی کا فتویٰ اپنی روایت کے خلاف

شرعی اعتبار سے جو شخص احرام باندھ چکا ہو اس کے لیے شکار کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ لیکن کوئی ایسا شخص جو محرم نہ ہو اور اس نے کسی محرم کی مدد، حکم یا اشارے کے بغیر شکار کیا ہو تو یہ شکار کھانا محرم کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ محرم شخص مطلّقا شکار کا گوشت نہیں کھا سکتا۔ یہ حضرات، حضرت علی المرتضیٰ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں یہ بات مذکور ہے کہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُهْدِيَ لَهُ وَشِيقَةُ ظَبْيٍ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَرَدَّهُ (23) نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شکار کا گوشت پیش کیا گیا آپ ﷺ اس وقت حالت احرام میں تھے آپ نے شکار کا وہ گوشت تناول نہیں فرمایا۔

نقد روایات

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ان احادیث پر نقد کرتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ ان تمام روایات میں کہیں یہ بات مذکور نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے گوشت تناول نہ فرمانے کی علت کیا تھی؟ کیونکہ ان روایات میں علت بیان نہیں کی گئی لہٰذا ان سے استدلال درست نہیں ہوگا۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ راوی حدیث، جو فقاہت میں بھی بلند مقام رکھتا ہو، کا اپنا فتویٰ اس کی بیان کردہ روایت کے خلاف ہو، جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے غیر محرم کا شکار شدہ اور ذبح کردہ جانور، محرم کے کھانے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا اس میں کوئی حرج نہیں (24)

دوسرا نقطہ نظر

اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص نے محرم کے لیے شکار کیا تو اس کا وہی حکم ہوگا جو خود محرم کے شکار کا ہے اور اس کا کھانا قطعی طور پر حرام ہے۔ یہ حضرات، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَحْمُ الصَّيْدِ حَلَالٌ لَكُمْ، وَأَنْتُمْ حُرُمٌ، مَا لَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدْ لَكُم" (25) حالت احرام میں تمھارے لیے شکار کا گوشت حلال ہے بشرطیکہ نہ تم خود اسے شکار کرو اور نہ تمہارے لیے شکار کیا جائے۔ یہ حدیث ان حضرات کے موقف کی تردید کرتی ہے جن کے نزدیک محرم شخص مطلّقا شکار کا گوشت نہیں کھا سکتا تاہم امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ

خود اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ اگر کوئی شخص محرم کو کھانا کھلانے کے لیے شکار کرے تو اس شکار کا گوشت کھانا محرم کے لیے مطلقاً حرام ہو۔ کیونکہ آپ کے نزدیک شکار کا گوشت حرام ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ یا تو محرم نے خود شکار کیا ہو یا شکار کا حکم دیا ہو یا شکار کرنے میں مدد دی ہو یا شکار کی طرف اشارہ کیا ہو۔ اگر کوئی شخص ان چاروں صورتوں کے علاوہ محض اپنی مرضی سے شکار کر کے اس کا گوشت محرم کے سامنے پیش کر دیتا ہے تو محرم کے لیے اسے کھانا جائز ہے۔

امام طحاوی کا جواب

امام طحاوی رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا جواب یوں دیتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ لَمْ تَصِيدُوهُ أَوْ يُصَدْ لَكُم ([26]) "نہ تم خود شکار کرو اور نہ تمھارے لیے شکار کیا جائے" اس روایت میں يُصَدْ لَكُم میں کئی معانی کا احتمال پایا جاتا ہے ایک یہ کہ تمہارے لیے سے مراد تمہیں پیش کرنے کے لیے ہو جبکہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ تمہارے سے مراد تمہارے حکم سے ہو۔ اگر آپ پہلا معنی مراد لیں گے تو یہ ان تمام روایات کے خلاف ہو گا۔ جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر غیر محرم، محرم کے لیے اس کے حکم، مدد یا اشارے کے بغیر شکار کرے تو یہ شکار محرم کے لیے جائز ہے۔

اس کے بعد امام طحاوی اس بات کی تائید میں چند روایات نقل کرتے ہیں اور انکی کثیر اسناد ذکر کرتے ہیں اس چیز کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس بارے میں تواتر سے روایات مروی ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محرم کسی اور کے کئے ہوئے شکار کا گوشت کھا سکتا ہے امام طحاوی فرماتے ہیں وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الرِّوَايَاتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُوَافِقُ مَا ذَهَبُوا إِلَيْهِ ([27]) رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے روایات مروی ہیں جو اس نقطہ نظر کی موافقت کرتی ہیں (جو نقطہ نظر حضرت عمر، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ھریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین رکھتے ہیں)

نتیجہ بحث

امام طحاوی اس باب میں منقول روایات پر پانچ اعتبارات سے نقد و تبصرہ کرتے ہیں۔

۱۔ حرمت کا اثبات کرنے والی روایات میں حرمت کی علت مفقود ہے۔

۲۔ حرمت کا اثبات کرنے والی روایات میں سے بعض کے راوی اصحاب کا اپنا فتوی ان کی نقل کردہ روایت کے خلاف ہے اور یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی صحابی نبی اکرم ﷺ کے صریح فرمان کے خلاف فتوی دے۔

۳۔ اس بارے میں منقول روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے کیونکہ مختلف راویوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے جانے والے گوشت کی وضاحت مختلف الفاظ اور مختلف اعتبارات سے کی ہے۔

4۔ یہ روایت اس صریح روایت کے خلاف ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے اس کے علاوہ بقیہ تمام طرح کا شکار شدہ گوشت محرم کے لئے جائز قرار دیا ہے جو کہ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت میں منقول ہے۔

۵۔ اس بارے میں حضرت جابر کی روایت دو معانی کا احتمال رکھتی ہے جن میں سے ایک معنی امام ابو جعفر اور فقہا احناف کے مسلک کی تائید کرتا ہے۔ جبکہ دوسرا معنی امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف ہے لیکن اس دوسرے معنی کو مراد لینے میں قباحت یہ ہے کہ اس صورت میں یہ ان صریح روایات کے خلاف ہو گا جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر محرم کے حکم، مدد یا اشارے کے بغیر شکار کیا گیا ہو تو اگرچہ وہ محرم کو کھلانے کی نیت سے کیا گیا ہو پھر بھی محرم کے لئے اسے کھانا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو قتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سے ثابت ہے۔

مذکورہ وجوہات کی بناء پر اس مسئلہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے ان روایات کو ترجیح دی ہے جن میں کسی دوسرے شخص کے کئے گئے شکار کا گوشت کھانا محرم کے لئے جائز ہے۔

صحیح الاسناد روایت کو ترجیح

امام طحاوی رحمہ اللہ ھدی (قربانی کا جانور) مکہ بھیجنے پر احرام کی پابندیوں کے حوالے سے اختلاف پر مشتمل روایات پر بحث کرتے ہیں پہلے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ذکر کرتے ہیں جس میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اگر کوئی شخص ھدی مکہ مکرمہ بھیجے تو اس پر احرام والی پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں پھر اس کے مخالف روایت بیان کرتے ہیں کہ عمرہ بنت عبد الرحمان ([28]) کہتی ہیں کہ زیاد بن ابی سفیان ([29]) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھ کر دریافت کیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے ھدی بھیجی تو اس پر وہ سب کام حرام ہیں جو حج کرنے والے پر حرام ہو جاتے ہیں حتی کہ اس کی ھدی کو قربان کر دیا جائے اور میں نے اپنی ھدی بھیجی ہے آپ مجھے اس کے بارے احکام بھیجیں یا صاحب ھدی پر حکم لگائیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ **لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي، ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي، فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ**([30]) یہ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ھدی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے قلائد باندھے پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قلائد باندھ کر میرے والد (حضرت ابو بکر) کے ساتھ روانہ کیا تو اللہ کی حلال کی ہوئی کوئی چیز بھی رسول اللہ ﷺ پر حرام نہیں ہوئی حتی کہ ھدی کے جانور قربان کر دیے گئے"

اس کے بعد امام طحاوی رحمہ اللہ اس کی تائید میں بہت سی روایات ذکر کر کے ان متواتر احادیث کو غیر متواتر احادیث پر ترجیح دیتے ہیں جس میں فرماتے ہیں کہ صرف احرام پہننے سے ہی مختلف پابندیاں عائد ہوتی ہیں ھدی بھیجنے سے نہیں کیونکہ ایسی روایات تواتر سے موجود

ہیں جن میں آپ ﷺ نے ھدی بھیجی مگر احرام والی پابندیوں پر عمل نہیں فرمایا پھر فرماتے ہیں وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ يُؤْخَذُ مِنْ طَرِيقِ ظُهُورِ الشَّيْءِ، وَتَوَاتُرِ الرِّوَايَةِ بِهِ، فَإِنَّ حَدِيثَ عَائِشَةَ أَيْضًا أَوْلَى، لِأَنَّ ذَلِكَ مَوْجُودٌ فِيهِ، وَمَعْدُومٌ فِي حَدِيثِ جَابِرٍ ([31]) "اگر ان میں کسی ظاہری چیز کو مد نظر رکھ کر یا روایات کے تواتر کو دیکھ کر انتخاب کا فیصلہ کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث قابل ترجیح ہے کیونکہ اس میں یہ (تواتر) موجود ہے جبکہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ([32]) میں یہ موجود نہیں ہے"

نتیجہ بحث

اس بحث سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ متواتر احادیث کو غیر متواتر احادیث پر ترجیح دیتے ہیں اور ایک اور وجہ ترجیح بھی بیان کرتے ہیں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسانید اس کی مخالف روایات کی سندوں سے زیادہ صحیح اور مستند ہیں اور اہل علم ان رواۃ کے مستند اور ثقہ ہونے پر متفق ہیں لہٰذا حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا صحیح الاسناد ہونے کے اعتبار سے بھی قابل ترجیح ہے جبکہ اس کی مخالف روایات نہ صحیح اسانید پر مشتمل ہیں اور نہ ہی ان میں تواتر پایا جاتا ہے لہٰذا وہ مرجوح قرار پائیں گی۔آخر میں قیاس کے ذریعے اس کی مزید تائید حاصل کرتے ہیں۔

عام نص کو خاص نص پر ترجیح دینا

بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص وقوف عرفات سے پہلے طواف کرلے اور وہ ھدی (قربانی کا جانور) بھی نہ لے گیا ہو تو وہ حالت احرام سے نکل سکتا ہے۔ یہ حضرات، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول لَا يَطُوفُ أَحَدٌ بِالْبَيْتِ حَاجٌّ وَلَا غَيْرُهُ إِلَّا حَلَّ بِهِ ([33]) جو شخص حج وغیرہ میں بیت اللہ شریف کا طواف کرتا ہے وہ اس کے ساتھ احرام سے نکل جاتا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ([34]) سے استدلال کرتے تھے۔دوسری طرف اہل علم کی ایک بہت بڑی جماعت اس کے خلاف مؤقف رکھتی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ جب تک حج کرنے والا حج کے تمام افعال و اعمال مکمل نہ کرلے اس وقت تک وہ احرام سے نہیں نکل سکتا۔

دلائل پر نقد

امام طحاوی رحمہ اللہ پہلے گروہ کے دلائل پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ میں قربانی کے جانور کا ذکر ہے نہ کہ حج کرنے والے کا اور بیت العتیق سے مراد سارا حرم ہے اس لئے اس آیت سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے۔جہاں تک جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کا تعلق ہے جس میں صحابہ کرام کو احرام کھولنے کا حکم دیا گیا تو یہ بات ان صحابہ کرام کے ساتھ اس موقع پر خاص تھی کیونکہ اس سے قبل حج کے وقت عمرہ کرنا گناہ متصور ہوتا تھا پھر اس بات کی اجازت دی گئی۔ جن کے پاس ھدی نہ تھی انہیں یہ کہا گیا کہ وہ حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدل دیں اور حج کا احرام عمرے کے احرام سے بدلنا صرف اس

ایک موقع کے ساتھ خاص ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ([35])فرماتے ہیں لَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ، مَا كَانَ لِأَحَدٍ أَنْ يُهِلَّ بِحَجَّةٍ ثُمَّ يَفْسَخَهَا بِعُمْرَةٍ إِلَّا الرَّكْبُ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم([36]) "اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ حج کا احرام باندھے پھر اسے فسخ کر کے عمرہ میں بدل دے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے لئے گئے تھے" اس کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دریافت کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے بھی واضح فرمادیا کہ یہ تمھارے ساتھ خاص ہے۔

نتیجہ بحث

امام طحاوی یہاں درج ذیل اعتبارات سے مخالف روایات پر نقد پیش کرتے ہوئے اپنے موقف کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔

1۔ نص کے معنی کے اعتبار سے نقد کرتے ہیں کہ اس کا محل ہی مختلف ہے

2۔ اس حوالے سے نقد کرتے ہیں کہ مذکورہ نص اپنے مورد پر بند ہونے کی وجہ سے قابل ترجیح نہیں ہے

3۔ لہذا یہاں امام طحاوی رحمہ اللہ عام نص کو خاص نص پر ترجیح دیتے ہوئے اختلاف کو دور کر رہے ہیں

مفصل نص کو غیر مفصل پر ترجیح

حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا یا سونا پہننا ممنوع ہے ([37]) لیکن بالفرض اگر کسی شخص کو ان سلا کپڑا نہیں ملتا اور وہ سلا ہوا کپڑا مجبوری کے تحت پہن لیتا ہے تو کیا اس پر کوئی کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ایسے شخص پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا یہ حضرات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میدان عرفات میں ارشاد فرمایا تھا۔ مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا لَبِسَ سَرَاوِيلًا وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ لَبِسَ خُفَّيْنِ([38])جو شخص چادر نہ پائے وہ شلوار پہن لے اور جس کے پاس جوتا نہ ہو وہ موزے استعمال کرلے۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ کا موقف اس کے خلاف ہے آپ فرماتے ہیں یہ ایک عام حکم ہے کہ حالت احرام کے دوران جو شخص سلا ہوا کپڑا پہن لیتا ہے اس پر کفارہ کی ادائیگی لازم ہے اور مذکورہ بالا حدیث میں اس امر کی صراحت موجود نہیں ہے کہ اس شخص کے ذمے سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اضطراری حالت کے باعث اس شخص کو گناہ نہ ہو لیکن کفارے کی ادائیگی اس کے ذمے لازم ہو مزید برآں اس حدیث میں اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ ان سلے کپڑے کی عدم موجودگی میں وہ شلوار کو پھاڑ کر اس کی سلائی ادھیڑ کر اسے پہنے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت ہے جس سے اس احتمال کی تائید ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((لَا تَلْبَسُوا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ))([39])"شلواریں، دستاریں، برساتی کوٹ اور موزے نہ پہنو مگر یہ کہ کسی کے پاس جوتے نہ ہوں تو ایسے موزے پہن لے جو ٹخنوں سے نیچے ہوں"اس کے علاوہ ایک اور روایت اس سے بھی صریح الفاظ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَشُقَّهُمَا مِنْ عِنْدِ الْكَعْبَيْنِ([40]) "جسے جوتے نہ ملیں تو موزے پہن لے اور انہیں ٹخنوں کے پاس سے پھاڑ لے"

اس سے واضح ہوا کہ مطلقاً سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں ہے بلکہ انہیں سلائی ادھیڑ کر یا پھاڑ کر استعمال کیا جا سکتا ہے امام طحاوی رحمہ اللہ مؤخر الذکر روایات کو اول الذکر روایات پر ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں **وَلَمْ يُبَيِّنِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي حَدِيثِهِ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَوْلَاهُمَا**([41]) "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی (بیان کردہ) حدیث میں ایسی کوئی چیز بیان نہیں کی (جو ابن عمر نے بیان کی ہے) لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ان دونوں میں سے زیادہ قابل ترجیح ہے"

نتیجہ کلام

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام طحاوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت پر درج ذیل طریقوں سے بحث کرتے ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح بھی بیان کرتے ہیں کہ حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میں ایسی وضاحت موجود نہیں جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں موجود ہے لہٰذا حدیث ابن عمر کو ترجیح حاصل ہے۔

1۔الفاظ احادیث میں مختلف احتمالات پائے جاتے ہیں۔

2۔مختلف احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو کسی دوسری نص کے ذریعے ترجیح حاصل ہو گی۔

3۔کفارے اور گناہ کے احکام میں فرق ہے۔

4۔احادیث کے معنی کے تعین میں دیگر احادیث سے استمدادلی جا سکتی ہے۔

۵۔آخر میں امام طحاوی رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پر اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ وہ موزے کیسے ہوں اس کے

بعد اس مسئلہ کو قیاس کی بھی تائید حاصل ہے۔ یہاں امام طحاوی ایسی روایت کو ترجیح دے رہے ہیں جس میں تفصیل موجود ہے اس روایت پر کہ جس میں تفصیل نہیں بلکہ اجمال ہے۔

ثقہ راوی کی روایت کو ترجیح

محققین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا محرم حالت احرام میں نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟ایک گروہ کے نزدیک محرم کا حالت احرام میں نکاح کرنا درست نہیں ہے۔ یہ حضرات اپنے موقف کی تائید میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنْكِحُ، وَلَا يَخْطُبُ([42]) "اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا محرم نہ خود (اپنا) نکاح کرے اور نہ کسی کا نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح دے۔" جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ,وَهُوَ مُحْرِمٌ ([43]) "رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔" اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں تَزَوَّجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بَعْضَ نِسَائِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ([44]) "نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعض ازواج مطہرات سے حالت احرام میں نکاح فرمایا۔"

امام طحاوی کا نقد و تبصرہ

امام طحاوی ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد ان پر نقد و تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وَأَمَّا حَدِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَإِنَّمَا رَوَاهُ نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ، وَلَيْسَ كَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، وَلَا كَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَلَا كَمَنْ رَوَى مَا يُوَافِقُ ذَلِكَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَلَيْسَ لِنُبَيْهٍ أَيْضًا مَوْضِعٌ فِي الْعِلْمِ، كَمَوْضِعِ أَحَدٍ مِمَّنْ ذَكَرْنَا([45]) "جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا تعلق ہے تو اسے نبیہ بن وھب([46]) نے روایت کیا ہے وہ عمرو بن دینار، جابر بن زید کی طرح (ثقہ) نہیں ہیں اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے اس کے موافق حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت کیا ہے اور نہ ہی حضرت نبیہ کا ان لوگوں جیسا علمی مقام ہے۔"

یعنی دوسرے گروہ کی مؤید روایات کے رواۃ اول الذکر موقف کی مروی احادیث کے راویوں سے زیادہ قوی، اہل ضبط اور امانتدار ہیں۔ لہذا کمزور اور ضعیف راویوں کے مقابلے میں قوی راویوں کی احادیث پر عمل کیا جائے گا۔

پہلے گروہ کی دلیل

پہلے گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت میمونہ سے نکاح حالت احرام میں نہیں ہوا کیونکہ حضرت سلیمان بن یسار، حضرت ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَلَالًا وَبَنَى بِهَا حَلَالًا، وَكُنْتُ الرَّسُولَ بَيْنَهُمَا

([47]) "نبی اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے غیر احرام کی حالت میں نکاح کیا اسی حالت میں ان کے پاس تشریف لے گئے اور میں ان کے درمیان پیغام رساں تھا۔"

اس نص پر نقد کرتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں ذکر کردہ ابو رافع ([48]) کی حدیث کے راویوں میں مطر وراق ([49]) بھی ہیں اور ان کا شمار ایسے راویوں میں نہیں ہوتا جن کی روایات قابل استدلال ہوں۔ اس بات (مطر وراق) پر مخالفین بھی متفق ہیں ([50]) اسی حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے وہ ان سے زیادہ حافظہ والے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کو منقطع روایت کیا ہے۔ لہٰذا مخالفین کی پیش کردہ نص قابل استدلال نہ ہے۔

اول الذکر گروہ حضرت یزید بن اصم کی روایت کردہ حدیث کو بھی پیش کرتا ہے کہ یزید بن اصم، حضرت میمونہ سے روایت کرتے ہیں ((قَالَت تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَرِفٍ، وَنَحْنُ حَلَالَانِ، بَعْدَ أَنْ رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ))([51]) "وہ (حضرت میمونہ) فرماتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے سرف کے مقام پر نکاح کیا اور ہم دونوں احرام کے بغیر تھے اس وقت آپ مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لائے تھے۔"

امام طحاوی رحمہ اللہ اس نص پر اس کے راوی حضرت یزید بن اصم کے حوالے سے نقد کرتے ہیں کہ یزید بن اصم کی روایت کو عمرو بن دینار رحمۃاللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے، زہری نے ان کو منکر قرار دیتے ہوئے چھوڑ دیا ہے اور اہل علم کی صف سے خارج کر دیا ہے اور انہیں بہت پیشاب کرنے والا دیہاتی قرار دیا ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں "وَهُمْ يُضَعِّفُونَ الرَّجُلَ بِأَقَلَّ مِنْ هَذَا الْكَلَامِ، وَبِكَلَامِ مَنْ هُوَ أَقَلُّ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَالزُّهْرِيِّ فَكَيْفَ وَقَدْ أَجْمَعَا جَمِيعًا عَلَى الْكَلَامِ بِمَا ذَكَرْنَا، فِي يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ؟"([52]) "اور وہ اس سے کم درجہ والے کلام اور عمرو بن دینار اور زہری سے کم درجہ شخص کے کلام کے ساتھ (راویوں کو) ضعیف قرار دیتے ہیں تو جب وہ دونوں یزید بن اصم پر جرح کرنے میں متفق ہیں، تو وہ کیسے ضعیف نہ ہوگا"

لہٰذا مذکورہ روایت بھی راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے۔ پھر اس مسئلہ میں دوسرے گروہ کو قیاس کی تائید بھی حاصل ہے۔

منقطع اور مرسل روایت پر ترجیح

اس بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر کوئی عورت کسی سے نکاح کر لے تو کیا اس کا نکاح باطل قرار دیا جائے گا یا نہیں۔ اس حوالے سے ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے اس کی دلیل حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے مروی یہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ أَصَابَهَا فَلَهَا مَهْرُهَا بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا، فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَه([53]) "جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کا نکاح باطل ہے پھر اگر اس شخص نے اس عورت سے جماع کیا تو اس (عورت) کے لیے مہر ہوگا کیونکہ مرد نے اس کی شرمگاہ کو حلال کیا اور اگر ان کے درمیان اختلاف ہو جائے تو حکمران اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔"

اس روایت کے پیش نظر ایک جماعت اس نقطہ نظر کی حامل ہے کہ کسی عورت کا اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے اس بات کے قائلین میں امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہما اللہ بھی شامل ہیں لیکن دوسرا گروہ ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ عورت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اور ولی کو اس سلسلے میں اعتراض کا حق نہیں ہے جبکہ وہ اپنے نفس کو ایسی جگہ پیش کرے جہاں اس کا پیش کرنا مناسب ہو۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے گروہ کی پیش کردہ روایت کی سند پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس روایت کے بارے میں ابن جریج نے جب زہری سے دریافت کیا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا اور حجاج بن ارطاۃ کے لئے زہری سے سماع ثابت نہیں یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہے اسی طرح ابن لھیعہ کی روایت سے بھی استدلال کو دوسروں سے وہ قبول نہیں کرتے تو خود اس قسم کے مسئلہ میں کیسے استدلال کرتے ہیں۔([54]) پھر اگر یہ حدیث حضرت زہری سے ثابت ہو بھی جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے۔

> عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا زَوَّجَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُنْذِرَ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ غَائِبٌ بِالشَّامِ فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ: أَمِثْلِي يُصْنَعُ بِهِ هَذَا وَيُفْتَاتُ عَلَيْهِ؟فَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ عَنِ الْمُنْذِرِ فَقَالَ الْمُنْذِرُ:إِنَّ ذَلِكَ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ:مَا كُنْتُ أَرُدُّ أَمْرًا قَضَيْتِهِ، فَقَرَّتْ حَفْصَةُ عِنْدَهُ، وَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ طَلَاقًا([55])
>
> نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت حفصہ بنت عبد الرحمٰن کا نکاح منذر بن زبیر سے اس وقت کیا جب (ان کے ولی) عبد الرحمٰن شام گئے ہوئے تھے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو فرمایا کیا میرے جیسے آدمی کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے کہ میری رائے کے بغیر یہ کام کیا جائے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت منذر کی طرف سے گفتگو کی حضرت منذر نے فرمایا کہ حضرت عبد الرحمٰن کو اختیار ہے تو انہوں نے کہا کہ میں ایسے کام کو رد نہیں کروں گا جس کا آپ (حضرت عائشہ) نے فیصلہ فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت حفصہ انہی کے پاس رہیں اور (عبد الرحمٰن کا) یہ قول طلاق نہ ہوا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا نے حضرت عبد الرحمٰن کی صاحبزادی کا نکاح ان کے ولی کی عدم موجودگی میں جائز سمجھا اور اس عقد اور تملیک کو جائز قرار دیا جو صحت نکاح کے ثبوت کے بغیر ثابت نہیں ہوتا تو یہ بات ناممکن

ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو حضور ﷺ کا یہ ارشاد معلوم ہو کہ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ اور آپ اس کے باوجود حضرت حفصہ کا نکاح ان کے ولی کے بغیر کریں۔اس سے امام زہری کی روایت کا فساد واضح ہو جاتا ہے کہ وہ قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا عمل اس کے خلاف ہے۔

پہلا گروہ اپنے موقف کی تائید میں ایک اور روایت بواسطہ اسرائیل، حضرت ابواسحٰق سے پیش کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ امام طحاوی اس روایت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اسی روایت کو اسرائیل سے بھی زیادہ ثقہ اور قوت حافظہ رکھنے والے حضرات مثلاً حضرت سفیان اور شعبہ ،ابواسحاق سے منقطع روایت کرتے ہیں۔ ثنا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ([56]) شعبہ ،اسحاق سے وہ ابو بردہ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

لہٰذا اس روایت کے منقطع ہونے کی بناء پر یہ قابل استدلال نہیں ہے پھر دوسرے موقف پر دلیل واضح حدیث پاک ہے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

> عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاةِ أَبِي سَلَمَةَ، فَخَطَبَنِي إِلَى نَفْسِي، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَوْلِيَائِي شَاهِدًا فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْهُمْ شَاهِدٌ وَلَا غَائِبٌ يَكْرَهُ ذَلِكَ قَالَتْ قُمْ يَا عُمَرُ، فَزَوِّجِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَوَّجَهَا([57])
>
> "حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ کی وفات کے بعد میرے پاس آئے اور مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا کوئی بھی ولی گھر پہ نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا غائب یا حاضر ولی میں سے کوئی بھی اسے ناپسند نہیں کرے گا تو انہوں (ام سلمہ) نے (اپنے بیٹے) عمر سے کہا کہ میرا نکاح نبی اکرم ﷺ سے کر دیجئے انہوں نے نکاح کر دیا۔"

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر کر سکتی ہے البتہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ غیر کفو میں کرتی ہے تو ولی کو فسخ کرنے کا اختیار ہے یا اگر وہ کم مہر پر کرتی ہے تو مہر مثلی کا اختیار ہے۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ بعض اوقات کسی روایت کو دوسری روایت پر اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ مرجوح روایت منقطع ہے اسی طرح مرسل روایت پر بھی ترجیح دیتے ہیں یعنی سند حدیث کے لحاظ سے بھی ترجیح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مختلف احتمالات والی روایت پر ترجیح

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنھما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((لَايَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ، وَلَاالْمُسْلِمُ الْكَافِرَ))([58]) "کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔" اس حدیث کی روشنی میں بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں

کہ اگر کسی مرتد کو حالت ارتداد میں قتل کر دیا جائے تو اسکے مسلمان پسماندگان اس کے مال وراثت کے حقدار نہیں ہونگے بلکہ اس کا مال بیت المال میں جمع کروادیا جائے گا۔

بعض فقہاء کی رائے اس سے مختلف ہے جن میں امام ابو جعفر طحاوی بھی شامل ہیں ان کے نزدیک مرتد کے وارث اس کے مسلمان رشتہ دار بن سکتے ہیں ان کی دلیل یہ روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے میرَاثُهُ لِوَارِثِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ([59]) "کہ اس (مرتد) کی میراث اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہو گی" امام طحاوی رحمہ اللہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پر نقد پیش کرتے ہوئے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ حدیث میں لفظ کافر مطلقاً استعمال کیا گیا ہے جس میں دو معانی کا احتمال موجود ہے۔

(i) اس سے مراد وہ کافر ہو جس کا کسی خاص مذہب سے تعلق ہو۔

(ii) اس سے مراد مطلقاً کافر ہو خواہ اس کا کسی مخصوص مذہب سے تعلق ہو یا نہ ہو

اب ہم کسی واضح دلیل کے بغیر دونوں احتمالات میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ ایک اور روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ کافر ہے جس کا کسی مخصوص مذہب سے کوئی تعلق ہو جیسا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ((**قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ، لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ**)) ([60]) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے "دو مختلف ملتوں سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔"

جبکہ اسکے برعکس مرتد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور فقہاء اس بارے میں متفق ہیں کہ مرتدین آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے کیونکہ ارتداد کوئی دین نہیں ہے اس لئے مرتد کی وراثت کا حکم مسلمان کے لئے، مسلمان کی وراثت کے حکم کی مانند ہوگا۔

امام ابو جعفر طحاوی صحابہ کرام اور تابعین عظام کی آراء اس بارے میں نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت امام حسن، سعید بن مسیب یہ سب حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ مسلمان مرتد کا وارث بن سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام طحاوی بعض اوقات ایک روایت کو اس لئے مرجوح قرار دیتے ہیں کہ اس سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ دوسری نص سے مختلف حکم رکھتی ہے۔

عینی شاہد کی روایت کو ترجیح

امام طحاوی رحمہ اللہ "باب البدنة عن كم تجزى في الضحايا والهدايا" کے تحت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ([61]) اور مروان بن الحکم ([62]) سے مروی روایت ذکر کرتے ہیں کہ **خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ يُرِيدُ زِيَارَةَ الْبَيْتِ، وَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ، وَكَانَ الْهَدْيُ سَبْعِينَ بَدَنَةً، وَكَانَ النَّاسُ سَبْعَ مِائَةِ رَجُلٍ، وَكَانَتْ كُلُّ بَدَنَةٍ عَنْ عَشَرَةٍ** ([63]) "اللہ

کے رسول ﷺ حدیبیہ کے سال بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے نکلے تو اپنے ساتھ ھدی ([64]) کے جانور بھی لے لئے (ان کے پاس) ستر ھدی کے جانور تھے اور وہ سات سو لوگ تھے لہٰذا ان میں سے ہر ایک بدنہ ([65]) دس دس آدمیوں کی طرف سے تھا"

اس روایت کے پیش نظر ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ قربانی کے ایک بڑے جانور میں دس لوگ شریک ہو سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ گائے بھینس اور اونٹ میں سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں دس نہیں۔اس بات کی تائید حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے ہوتی ہے کہ نَحَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ،سَبْعِينَ بَدَنَةً فَأَمَرَنَا أَنْ يَشْتَرِكَ مِنَّا سَبْعَةٌ فِي الْبَدَنَة([66]) "اللہ کے رسول ﷺ نے یوم حدیبیہ میں ستر قربانی کے جانور ذبح کئے پس ہمیں حکم دیا کہ ہم میں سے سات لوگ ایک بدنہ میں شریک ہو جائیں۔"

امام طحاوی رحمہ اللہ روایات کو ذکر کرنے کے بعد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ کو بیان کرنے والے ایک تو وہ افراد ہیں جو اس میں شریک تھے اور دوسرے وہ ہیں جو شریک نہ تھے لہٰذا واقعہ کے عینی شاہدین کو اس واقعہ کے بارے میں زیادہ بہتر علم ہوگا بنسبت ان کے جو عینی شاہد نہ ہوں۔جب اس پر غور کیا گیا تو پتہ چلا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ میں شریک تھے جبکہ مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم اس میں شریک نہ تھے

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں فَهَذَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا ذَكَرْنَا، وَهُوَ كَانَ مَعَهُ([67]) "تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بتا رہے ہیں جو ہم نے بیان کیا اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے" لہٰذا امام طحاوی رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے اس بات کا حکم لگاتے ہیں کہ بدنہ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں دس نہیں اور وجہ ترجیح یہ بتاتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس اس وقت موجود تھے جب جانور قربان کئے گئے۔

خلاصہ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ اختلاف بین الاحادیث کو دور کرنے کے لئے روایات میں ترجیح دیتے ہوئے مخالف موقف کی پیش کردہ روایات پر مختلف اعتبارات سے نقد پیش کرتے ہیں اور دلائل کے ساتھ اپنے مؤقف کی مؤید روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔

بعض اوقات جہاں سند کے حوالے سے کوئی سقم پایا جائے تو اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور کہیں رواۃ حدیث کے حوالے سے ثقہ اور غیر ثقہ رواۃ میں فرق کرتے ہوئے ثقہ کو ترجیح دیتے ہیں اور غیر ثقہ کی روایات کو ترک کرتے ہیں جیسا کہ حالت احرام میں محرم کے نکاح کرنے کے بارے میں موجود روایات میں سے ایسی روایات کو ترجیح دیتے ہیں جن میں نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔

بعض اوقات ہمیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ روایت پر نحوی حوالے سے کلام کرتے ہیں اور اس میں موجود سقم کی وضاحت کرتے ہوئے اسے ناقابل عمل قرار دیتے ہیں۔ کئی مقامات پر امام طحاوی نص کے معانی میں پائے جانے والے مختلف احتمالات کا بیان کر کے ان میں سے اس احتمال کو ترجیح دیتے ہیں جس کی تائید دیگر روایات کے ذریعے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ مرتد کی وراثت کے بارے موجود روایات پر بحث کرتے ہوئے ایسی روایات کو ترک کرتے ہیں جن میں مختلف احتمالات پائے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ خبر واحد کو خبر متواتر کے مقابلے میں ترک کرنے کا حکم لگاتے ہیں۔ جیسا کہ بیت اللہ میں نماز ادا کرنے اور نہ کرنے پر مشتمل روایات پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے متواتر روایات کو ترجیح دی ہے۔

کبھی راوی کا اپنا فتوی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کی روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں جیسے حالت احرام میں شکار کا گوشت کھانے کے بارے میں مختلف روایات میں سے انہوں نے ان روایات کو مرجوح قرار دیا جن کے راوی کا فتوی ان سے مروی روایات کے خلاف تھا۔

اگر کہیں کوئی نص کسی واقعہ کے ساتھ مخصوص ہو تو وہ ان کے نزدیک قابل ترجیح نہیں ہے اس پر نقد کرتے ہیں اور اس کو محل استدلال ہونے سے مانع قرار دیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جو عام ہو۔ جیسا کہ جو شخص وقوف عرفات سے پہلے طواف کر لے اور وہ ھدی (قربانی کا جانور) بھی نہ لے گیا ہو تو کیا وہ حالت احرام سے نکل سکتا ہے؟ اس بارے میں بحث کرتے ہوئے امام طحاوی ایسی روایات جن میں احرام کھولنے کا ذکر ہے کو اس واقعہ کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں اور اس پر دیگر روایات سے دلیل بھی دیتے ہیں۔

اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ واقعہ کے عینی شاہد کی روایت کو اس راوی کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں جو اس واقعہ کے وقت موجود نہ ہو جیسا کہ قربانی کے بڑے جانور کے سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرنے پر مشتمل روایات کو اس وجہ سے ترجیح دی گئی کہ ان کے راوی اس بات کے عینی شاہد تھے جبکہ جن روایات میں دس آدمیوں کے لئے کفایت کا ذکر ہے ان کے راوی اس وقت موجود نہ تھے اس لئے ان کی روایات قابل ترجیح نہیں۔

Refrences

[1] مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، "القاموس المحیط" ، مؤسسۃ الرسالۃ، 1426ھ، 221/1

Mujīd al-Dīn Muḥammad ibn Ya'qūb, al-Fayrūzabādī , *Al-Qāmūs al-Muḥiṭ*, Moasisat al-Resalah, 1426H,1/221

[2] ابن منظور افریقی، "لسان العرب"، دار صادر، بیروت، س ن، 445/2

Ibn Manẓūr al-Afrīqī, Lisān al-ʿArab, Dār e Ṣādir, Beirūt, V. II, P. 445

[3] آمدی، سیف الدین "الاحکام فی اصول الاحکام"، المکتب الاسلامی، بیروت، ت ن، 460/4

Āmdī, Saif-ud-Din, *Al-Aḥkām fi Uṣūl al-aḥkām,* al-Maktab al-Islamī, Beirūt, V. 4, P 460

[4] ۔ محمد بن علی شوکانی،"ارشاد الفحول"،مطبعۃالسعادۃ،مصر،الطبعۃالاولی،۱۳۲۷ھ،ص241

Muḥammad ibn e Ali al-Shawkānī, *Irshād al-Fuhool*, Matbat al-sa'dah, Egypt,1327H, P.241

[5] ۔ ان کا پورا نام مسعود بن عمر بن عبداللہ سعدالدین تفتازانی ہے آپ تفتازان میں 711ھ کو پیدا ہوئے اور سمرقند میں 793ھ کو وفات پائی ان کی اہم تالیفات میں التلویح علی التوضیح ہے۔(شذرات الذھب،547/8)

[6] ۔ سعدالدین تفتازانی، مسعود بن عمر"التلویح"،دارالکتب العلمیہ،بیروت،ت ن،103/2

Sa'ad al-Din Masud ibn Umar al-Taftazanī, at-Talwiḥ, Dar-al-Kutub-aI-lmiyyah, Beirūt, V. II, P. 103

[7] ۔ الجرجانی، علی بن محمد،"معجم التعریفات" تحقیق محمد صدیق منشاوی،دارالفضیلہ، قاہرہ،ت ن، ص51

Al-Jurjānī, Ali ibn Muhammad, *Mojam al-Taʿrīfāt,* Dār al-Fadhilah, Caro, P. 51

[8] ۔ محمود عبدالرحمان عبدالمنعم،"معجم المصطلحات و الالفاظ الفقهیة"،دارالفضیلہ، قاہرہ،ت ن،ص454

Maḥmood Abd Reḥmān, *Mo'jam al-Muṣtalehāt wa alfāẓ-al-fiqhiyya*, Dār al-Fadhilah, Caro, P. 454

[9] ۔ ان کا پورا نام محمد بن محمد ، المعروف ابن أمير الحاج ہے سن پیدائش 825ه ہے سن وصال 879هـ ہے ان کی معروف تصانیف میں التقرير والتحبير شرح كتاب التحرير لابن الهمام في أصول الفقه ہے(شذرات الذهب(490/9،)الأعلام49/7)

[10] ۔ ابن امیر الحاج، محمد بن محمد الحلبی"التقریر والتحبیر"،دارالکتب العلمیہ،بیروت،الطبعۃالاولی،1419ھ،17/3

Ibn e Amir al-Ḥaj, Muḥammad ibn Muḥammad al-Ḥalabi, *al-Taqrir wa-Taḥbir,* Beirūt, Dār al-Kutub-al-'Ilmiyya, 1419 AH, V. 3, P. 17

[11] ۔ اعتراضات وجوابات کی تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے دیکھئے الاحکام ''للآمدی462/4،التعارض والترجیح للبرزنجی 80/1،التعارض والترجیح للحفناوی، ص279

[12] ۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی الکعبۃ، ص 266/1

؛بخاری، **"الجامع الصحیح"**، کتاب الصلوۃ، باب قول اللہ تعالی واتخذوا من مقام ابراہیم

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb al-Ṣalāt, bāb Ṣalāt fi-al-ka'bah, V. 1, p. 266

Al-Bukhari, Muḥammad ibn Isma'il, al-Jame al-Saḥiḥ, Kitāb al-Ṣalāt, bāb Qowlillah e Ta'alā Wattakhezū min Muqām e Ibrāhim Muṣallā,

[13] ۔ البقرہ125:2 Al-Qur'an 2:25

[14] ۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی الکعبۃ، ص 267/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb al-Ṣalāt, bāb Ṣalāt fi-al-ka'bah, V. 1, p. 267

[15] ۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی الکعبۃ، ص267/1

؛بخاری، **"الجامع الصحیح"**، کتاب الصلوۃ، باب الابواب والغلق للکعبۃ والمساجد

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb al-Ṣalāt, bāb Ṣalāt fi-al-ka'bah, V. 1, p. 267

Al-Bukhari, Muḥammad ibn Isma'il, al-Jame al-Saḥiḥ, Kitāb al-Ṣalāt, bāb al-abwāb wal Ghalq lil-ka'bah wa-al-Masājid,

[16] ۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی الکعبۃ، ص267/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb al-Ṣalāt, bāb Ṣalāt fi-al-ka'bah, V. 1, p. 267

[17] ۔ ایضا، ص269/1 Ibid, V. 1, p. 269

[18] ۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص275/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb al-Ṣalāt, bāb Ṣalāt-al-Musāfir, V. 1, p. 275

19۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص 275/1

؛بخاری، **"الجامع الصحیح"**، ابواب تقصیر الصلوۃ، باب یقصر اذا خرج من موضعہ۔۔

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb al-Ṣalāt, bāb Ṣalāt-al-Musāfir, V. 1, p. 275
Al-Bukhari, Muḥammad ibn Isma'il, al-Jame al-Saḥiḥ, Abwāb Taqṣīr Ṣalāt, bāb yaqṣṣaro Iza Kharaja min Mouze'hi

20۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص 276/1

76Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb al-Ṣalāt, bāb Ṣalāt-al-Musāfir, V. 1, p. 2

21۔ ایضا — Ibid

22۔ ایضا — Ibid

23۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب مناسک الحج، باب الصید یذبحہ الحلال فی الحل، ص 449/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb Manasik lil-Ḥaj, bāb- al-Ṣaid Yazbahohu al-Ḥalal fi-al-Ḥil, V. 1, p. 449

24۔ ایضا — Ibid

25۔ ایضا، ص 451/1 — Ibid 1/451

26۔ ایضا، ص 451/1 — Ibid 1/451

27۔ ایضا، ص 451/1 — Ibid 1/451

28۔ عمرہ بنت عبد الرحمان بن سعد بن زرارہ انصاریہ ہیں اور انہوں نے اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا یہ ثقہ ہیں ان کا انتقال 100 ہجری سے قبل ہوا ایک قول کے مطابق اس کے بعد ہوا (تقریب التہذیب، ص 750)

29۔ ان کا پورا نام زِیاد بن ابی سفیان بن حرب بن اُمیہ بن عَبد شَمس ہے ان کی والدہ کا نام سمیہ جاریہ الحارث ابن کلدہ الثقفی ہے جب عمرو بن حریث کوفہ سے چلا گیا تو یہ اس کے گورنر بنے اور جب بصرہ سے سمرہ بن جندب چلے گئے تو اس کے گورنر بن گئے یہ نہ قراء میں شمار ہوتے تھے نہ فقہاء میں لیکن حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کیں آپ فتح مکہ والے سال طائف میں پیدا ہوئے اور 53 ہجری کو کوفہ میں وفات پائی (الطبقات الکبری (70/7)

30۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب مناسک الحج، بَابُ الرَّجُلِ يُوَجِّهُ بِالْهَدْيِ إِلَى مَكَّةَ، ص 456/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb Manāsik-al-Ḥaj, bāb-al-Rajul Yuwajjeho bi-al-Hadyi ilā Makkah.

31۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَقَدَ قَمِيصَهُ مِنْ جَيْبِهِ، حَتَّى أَخْرَجَهُ مِنْ رِجْلَيْهِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَمَرْتُ بِبُدْنِي الَّتِي بَعَثْتُ بِهَا أَنْ تُقَلَّدَ الْيَوْمَ وَتُشْعَرَ، عَلَى مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَلَبِسْتُ قَمِيصِي وَنَسِيتُ، فَلَمْ أَكُنْ لِأُخْرِجَ قَمِيصِي مِنْ رَأْسِي وَكَانَ بَعَثَ بِبُدْنِهِ فَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ ؛ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب مناسک الحج، بَابُ الرَّجُلِ يُوَجِّهُ بِالْهَدْيِ إِلَى مَكَّةَ، ص 456/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb Manāsik-al-Ḥaj, bāb-al-Rajul Yuwajjeho bi-al-Hadyi ilā Makkah.

32۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب مناسک الحج، بَابُ الرَّجُلِ يُوَجِّهُ بِالْهَدْيِ إِلَى مَكَّةَ، ص 457/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb Manāsik-al-Ḥaj, bāb-al-Rajul Yuwajjeho bi-al-Hadyi ilā Makkah.

33۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب مناسک الحج، باب من احرم بحجۃ فطاف لھا قبل ان یقف بعرفۃ، ص 462/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb Manāsik-al-Ḥaj, bāb man aḥrama beḥajjatin faṭafa laha.. 1/462

34۔ الحج 33:22 — Al-Qur'an, 22/33

[35]۔ ابُوذرؓ غفاری فقہاء صحابہ میں شمار ہوتے ہیں علم کے بے حد حریص تھے(الطبقات الکبری(270/2)

[36]۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب مناسک الحج، باب من احرم بحجۃ فطاف لھا قبل ان یقف بعرفۃ، ص 466/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb Manāsik-al-Ḥaj, bāb man aḥrama beḥajjatin faṭafa laha.. 1/462

[37]۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الصوم، باب الصوم بعد النصف من الشعبان، ص 397/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Ṣaowm, bāb. al-Ṣaowm ba'd al-nisf min al-Shabān 1/397.

[38]۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب مناسک الحج، باب مایلبس المحرم من الثیاب، ص 427/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb Manāsik-al-Ḥaj, bāb ma yalbaso al-Muḥrim min al-thiyāb, 1/427

[39]۔ ایضا، ص 428/1

[40]۔ ایضا — Ibid

[41]۔ ایضا — Ibid

[42]۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، 511/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Ḥaj, bāb Nikāḥ al-Muḥrim, 1/511

[43]۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، 511/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Ḥaj, bāb Nikāḥ al-Muḥrim, 1/511

[44]۔ ایضا — Ibid

[45]۔ ایضا — Ibid

[46]۔ ان کا نام نبیہ بن وھب بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزّی بن عثمان بن عبد الدّار بن قصی ہے اور والدہ کا نام سُعدی بِنْتُ زَیْدِ بنِ مُلَیص مِنْ بَنِي مَازِنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ عَمْرِو بْنِ تَمِيم ہے ان کا نانا زید بن ملیص بدر کے قیدیوں میں گرفتار ہوا۔ نبیہ سے نافع مولی ابن عمر نے روایات بیان کی ہیں ولید بن یزید بن عبد الملک کے فتنہ میں یہ فوت ہوئے (الطبقات الكبرى، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد مكتبة العلوم والحكم ، المدينة المنورة، الثانية، **1408**)ابن حجر نے انہیں ثقہ کہا ہے اور تاریخ وفات 110ھ بتائی ہے (تقريب التهذيب 292)

[47]۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص 511/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Ḥaj, bāb Nikāḥ al-Muḥrim, 1/511

[48]۔ ان کے نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے ابن معین کے مطابق ان کا نام ابراہیم ہے ایک نام ھرمز بھی نقل کیا گیا ہے علی بن المدینی اور مصعب کے مطابق ان کا نام اسلم ہے اور ایک قول کے مطابق ان کا نام ثابت بھی ہے یہ قبطی تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ھبہ کر دیا انہوں نے ام فضل کے ساتھ مکہ میں قبول اسلام کیا مگر مسلمان ہونا ظاہر نہیں کیا احد اور خندق میں شرکت کی فتح مصر میں بھی شامل ہوئے اور 40ھ کو وفات پائی (اسد الغابہ لابن الاثیر الجزری (156/1)

[49]۔ ان کا نام مطر بن طھمان الوراق ہے یہ اھل خراسان میں سے تھے حدیث کے حوالے سے ان میں ضعف پایا جاتا ہے (الطبقات الکبری، ابن سعد (المتوفی: 230ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولی، 1410ھ-1990م 189/7)

[50]۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب الحج، باب نکاح المحرم، ص 511/1

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Ḥaj, bāb Nikāḥ al-Muḥrim, 1/511

[51]۔ ایضا — Ibid

[52]۔ ایضا — Ibid

[53]۔ طحاوی، **"معانی الآثار"**، کتاب النکاح، باب النکاح بغیر ولی عصبہ، 7/2

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-un-Nikāḥ, bāb Nikāḥ be Ghair e Wali 'Asbah, 2/7

[54] ایضا Ibid

[55] ایضا Ibid

[56] ایضا، 9/2 Ibid,2/9

[57] طحاوی، "**معانی الآثار**"، کتاب النکاح، باب ماجاء لا نکاح الا بولی 9/2

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-un-Nikāḥ, bāb ma ja'a la Nikāḥa illa be Wali, 2/7

[58] طحاوی، "**معانی الآثار**"، کتاب السیر، باب میراث المرتد لمن ھو، 146/2

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Siyar, bāb meerath al-Murtad liman, 2/146

[59] ایضا Ibid

[60] ایضا Ibid

[61] مسور بن مخرمہ بن نوفل قرشی کی ولادت ہجرت مدینہ کے دو سال بعد ہوئی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی محصوری دوران 64ھ میں وفات پائی (الاصابہ 400/3؛ سئر 390/3)

[62] مروان بن الحکم بن ابی العاص الاموی ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے کبار تابعین میں سے ہیں 65ھ کو انہوں نے وفات پائی (الاصابہ 456/3؛ سئر 476/3)

[63] طحاوی، "**معانی الآثار**"، کتاب الصید والذبائح والاضاحی، باب البدنۃ عن کم تجزی فی الضحایا والھدایا، 67/2

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Ṣaid wa-zabaye wa-al-udhaḥi, bāb al-budna an kum yujza fi-dhuḥāyā wa-al-hadāyā 2/67

[64] وَهُوَ مَا يُهْدَى إِلَى البَيْت الحَرام مِنَ النَّعَم لِتُنْحر (المبارک بن محمد، ابن الاثیر الجزری "النہایہ فی غریب الحدیث والاثر" 256/5)

Al-Mubarak bin Muhammad, ibn-al-Athīr al-Jazrī, *al-Nihaya fi Ghareeb al-Hadith wa-al-Athar*, 5/256

[65] البَدَنَة تَقعُ عَلَى الْجَمَلِ وَالنَّاقَة وَالْبَقَرة، وَهِيَ بالْإِبِلِ أَشْبَه (المبارک بن محمد، ابن الاثیر الجزری "النہایہ فی غریب الحدیث والاثر" 108/1)

Al-Mubarak bin Muhammad, ibn-al-Athīr al-Jazrī, *al-Nihaya fi Ghareeb al-Ḥadīth wa-al-Athar*, 1/108

[66] طحاوی، "**معانی الآثار**"، کتاب الصید والذبائح والاضاحی، باب البدنۃ عن کم تجزی فی الضحایا والھدایا، 67/2

Al-Ṭaḥāwī, *M'ānī al-Athār*, Kitāb-al-Ṣaid wa-zabaye wa-al-udhaḥi, bāb al-budna an kum yujza fi-dhuḥāyā wa-al-hadāyā 2/67

[67] ایضا Ibid